امام شاہ عبدالعزیزؒ

افکار و خدمات

www.rahimia.org

مولانا سید محمد میاںؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

حرف اول

دور حاضر میں دین کی بنیادی اجتماعی حقیقتوں کو مختلف زاویوں سے منظم انداز میں دھندلانے اور بالآخر مسخ کرنے کی کوششیں عروج پر ہیں۔ جس کے نتیجے میں معاشرے کی عمومی ذہنیت دین و رسمیت کو ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کر چکی ہے۔ اس نتیجہ تک پہنچانے میں جن کئی ایک عوامل کا اپنا کردار ہے ان میں علم دین کے حامل روایتی طبقہ کی اجتماعی امور سے بیزاری کا رویہ بھی شامل ہے۔ شاید اسی قسم کے حالات کے سبب ممتاز عالمی مؤرخ علامہ ابن خلدون کو کہنا پڑا کہ علماء تو سیاسی معاملات سے بہت دور ہوتے ہیں۔

لیکن ولی اللّٰہی فکر کی حامل جماعت کے ہاں اس کے برعکس اجتماعیت کی بنیادی اہمیت نہ صرف مسلّم رہی ہے بلکہ اس کے رہنماؤں نے انتہائی نا مساعد حالات میں بھی اجتماعیت شکن عزلت نشینی کو اختیار نہیں کیا ان کے ہاں تو دین کو اجتماعیت سے علیحدہ کرنا دین کو بد نما اور داغدار کرنے کے مترادف ہے۔ (بحوالہ خطبہ شیخ الہندؒ)

زیر نظر کتابچہ ولی اللّٰہی جماعت کے قائد ثانی امام شاہ عبدالعزیزؒ کے تعارف افکار و خدمات پر مشتمل ہے۔ اس کے مطالعہ سے علماء کے حقیقی کردار سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ ان میں نہ صرف بے پناہ جذبہ جہاد موجزن ہوتا ہے۔ بلکہ ان میں معاشرتی حالات کے تجزیہ کی صلاحیت اور اس کی بنیاد پر جامع حکمت عملی ترتیب دینے کی لیاقت بھی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ شاہ صاحب کا فتویٰ دارالحرب اور سید احمد شہیدؒ کی قیادت میں عملی جدوجہد کی منصوبہ بندی اس کی واضح مثالیں ہیں۔ مزید برآں شاہ صاحبؒ کے مذکورہ فتویٰ سے ولی اللّٰہی جماعت کے ماضی قریب کے ایک قائد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے اسلام کا نظریہ وحدت انسانیت اور مذہبی رواداری کا پہلو نکھر کر سامنے آتا ہے۔ جس سے اسلام کے نام پر پیش کئے جانے والے تنگ نظر اور لا محدود تصورات پر نہ صرف زد پڑتی ہے

بلکہ ولی اللہی جماعت کی روشن خیالی اور بالغ نظری سے سوچنے والے ذہنوں کو بھی جلا ملتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز اور سید احمد شہید کی انقلابی خدمات آج بھی عالمی انقلابی تحریکات سے خراج تحسین وصول کر رہی ہیں چنانچہ اس کی صدائے بازگشت ایران کے موجودہ روحانی پیشواء جناب سید علی خامنہ ای کے اس خطبہ صدارت میں بھی سنائی دیتی ہے جو انہوں نے بحیثیت صدر مملکت ۱۴۰۳ھ میں تہران میں منعقد ایک بین الاقوامی سیمینار میں دیا تھا۔ جو بعدازیں مجلّہ التوحید میں اشاعت پذیر ہوا۔

چیئرمین

نام پمفلٹ:۔ ——— امام شاہ عبدالعزیزؒ
(افکار و خدمات)

مؤلف:۔ ——— مولانا سید محمد میاںؒ

ناشر:۔ ——— شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

طبع اول:۔ ——— اگست ۱۹۹۱ء

قیمت:۔ ——— ۶/- روپے

جملہ حقوق بحق فاؤنڈیشن محفوظ ہیں

www.rahimia.org

فہرست

صفحہ

مقاصد و تربیت ——— ۵

تربیت کے طریقے ——— ۶

تربیت یافتہ علماء ——— ۹

کارپردازان حکومت کا سلوک ——— ۱۱

غنڈہ گردی ——— ۱۲

ضبطی جائیداد ——— ۱۲

شہر بدری ——— ۱۳

قتل کی سازش ——— ۱۳

اٹھارہویں صدی عیسوی کا خاتمہ ——— ۱۳

انگریزی اقتدار کی نوعیت اور آزادی وطن ——— ۱۵

کے متعلق ایک پیچیدہ سوال ———

حضرت شاہ عبدالعزیز کا فتویٰ ——— ۱۶

فتویٰ کا اثر ——— ۲۰

انقلابی پروگرام کی ذمہ داریاں اور تقسیم کار ——— ۲۱

سید صاحبؒ کی قیادت کی وجہ ——— ۲۲

حرکت عمل ——— ۲۳

حضرت شاہ عبدالعزیز کی وفات ——— ۲۴

جانشین اور تقسیم کار ——— ۲۶

www.rahimia.org

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ

سیدنا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات[1] کے بعد ان کے بڑے فرزند شاہ عبدالعزیز صاحبؒ[2] کو ان کا جانشین تسلیم کیا گیا۔ ہمیں سلسلہ جانشینی سے دلچسپی نہیں لیکن اس جانشین نے جو خدمات انجام دیں وہ یقیناً تاریخ کی گراں قدر یادگار ہیں[3] تعلیم و تربیت اور نشرواشاعت کا سلسلہ اس قابل و فاضل جانشین کے دور میں یہاں تک ترقی کر گیا کہ پورے ہندوستان میں کوئی علمی حلقہ ایسا نہیں رہا جس کا تعلق اس علمی مرکز سے نہ ہو۔

"فک کل نظام" ہمہ گیر انقلاب کا تصور جو شاہ ولی اللہ کی وفات تک چند دماغوں کی مخصوص امانت تھی شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کے وقت ملک کا عام جذبہ بن چکا تھا۔ ہزاروں نوجوان اس کے لئے زندگیاں وقف کر چکے تھے۔ اور اس کی صدائے بازگشت ہندوستان سے گذر کر ایشیاء کے دور دراز ملکوں تک پہنچ چکی تھی۔

مقاصد تربیت:۔ اس تربیت گاہ سے فیض پانے والوں کے حالات فارسی اور اردو کی بہت سی کتابوں میں درج ہیں[4]

☆۱۔ ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء

☆۲۔ اس وقت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عمر صرف ۱۷ سال تھی

☆۳۔ ان عظیم الشان خدمات نے ثابت کردیا کہ آپکی جانشینی اہلیت و صلاحیت کی بنا پر تھی، صاحبزادگی کی بنا پر یہ اعزاز سپرد نہیں کیا گیا تھا۔

☆۴۔ مثلاً الیانع الجنی (عربی) و ابجد العلوم (عربی) از نواب صدیق حسن صاحب بھوپال۔ نزہتہ الخواطر ج ۷، ۶ (عربی) و قائع احمدی منظورۃ اسعداء فی احوال الغزاۃ و الشہداء۔ آثار الصنادید۔ سرسید احمد خان بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ نور احمدی مصنفہ مولوی نور احمد صاحب نگرامی۔ مخزن احمدی مصنفہ سید محمد علی صاحب۔ خواہر زادہ سید احمد صاحب شہید۔ الدر المنثور فی احوال صادق پور وغیرہ وغیرہ

www.rahima.org

ان حالات و سوانح کی شہادت یہ ہے کہ تربیت کے مقاصد یہ تھے۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نظریات کو ذہن نشین کرنا

۲۔ خدا پرستی، خوف خدا اور پاک بازی کا سچا جذبہ پیدا کرنا

۳۔ ملوکیت اور شاہ پرستی کے جراثیم کو دماغوں سے نکالنا

۴۔ جذبہ فدائیت۔ یعنی نصب العین کیلئے قربان ہونے کا شوق پیدا کرنا

۵۔ خدمت خلق، بالخصوص نوع انسان کی ہمدردی اور غم خواری اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچانے کا عادی بنانا

۶۔ شاہانہ تکلفات ختم کرنا اور سادہ زندگی کا عادی بنانا

۷۔ فوجی سپرٹ پیدا کرنا (یعنی) جفاکشی، محنت اور ہر قسم کے حالات برداشت کرنے کا عادی بنانا

۸۔ ایسی رسومات کو بند کرانا جو سوسائٹی کو پستی کی طرف لے جارہی تھیں

۹۔ عیاشی کے اڈے ختم کرنا، اور ایسے تمام جراثیم کی اصلاح (انسداد) کرنا جو سوسائٹی کو عیش پرست، آرام طلب اور پست ہمت بنا رہے تھے۔

تربیت کے طریقے:۔ تین تھے (۱) درس و تدریس☆ جس کا حلقہ اتنا وسیع ہوا کہ

☆۵۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ رحیمیہ میں جسکی بنیاد شاہ عبدالرحیم صاحب ڈال گئے تھے، طلبہ کو درس دینا شروع کیا۔ یہ مدرستہ اسی مقام پر تھا جہاں اب شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کی اولاد کی قبریں ہیں جو مہندیوں کے نام سے مشہور ہے۔ (حیات ولی صفحہ ۲۲) جب شاہ صاحب کے علمی کمال کا شہرہ بڑھا اور طلبہ اطراف و اکناف سے آنے لگے اور مدرسہ رحیمیہ ان کے لئے ناکافی ثابت ہونے گا تو محمد شاہ بادشاہ نے ایک عالی شان مکان مدرسہ کو دیا۔ اب پرانا مدرسہ غیر آباد ہوگیا اور اس نئے مدرسہ نے یونیورسٹی کی حیثیت حاصل کر لی۔ اس کے استحکام کی حالت یہ تھی کہ ۱۸۵۷ء تک یہ اپنی حالت پر قائم رہا مگر اس ہنگامہ میں یہ مدرسہ لٹ گیا۔ اس کے کڑی تختے تک اتار لئے گئے اور زمین ضبط ہوگئی اس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اب یہاں پورا محلہ آباد ہے جو اب تک مدرسہ شاہ عبدالعزیز کے نام سے مشہور ہے۔ (دارالحکومت دہلی از مولوی محمد بشیر صاحب ج ۲ صفحہ ۲۸۶ ج ۳ صفحہ ۱۶۷)

www.rahimia.org

پورے ہندوستان میں ایک عالم بھی ایسا نہیں رہا۔ جس کا تعلق براہ راست یا بالواسطہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب سے نہ ہو ☆۶

(۲) روحانی تربیت:۔ جس کے لئے صوفیا کے طریقے اختیار کئے جاتے تھے' اور اس کا سب سے زیادہ ضروری اور نمایاں پہلو یہ تھا کہ جو کچھ بتایا جاتا ہے عملی طور پر اس کا عادی بنایا جائے۔ خود غرضی' نفس پرستی' اقتدار پسندی جیسی صفات سے دل پاک کیا جائے۔ صبر و ضبط' جفاکشی' محبت و شفقت اور ہر ایک مادی غرض سے بالا ہو کر مخلوق خدا کی خدمت اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے ☆۷

۳۔ پبلک جلسوں اور عام اجتماعات میں تقریریں

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا مقررہ پروگرام تھا کہ ہفتہ میں دو مرتبہ عام اجتماع

☆۶۔ امام عبدالعزیز صاحب سے تربیت پا کر ان کے داعی اطراف ہند میں پھیل گئے۔ اس زمانہ کے ایک عالم نے اس لئے سیاحت کی کہ اسے علم حدیث کا کوئی ایسا استاد ملے جو امام عبدالعزیز صاحب کا شاگرد نہ ہو۔ مگر ہند میں اسے ایک مدرس بھی ایسا نہیں ملا۔ (سیاسی تحریک صفحہ ۱۱۸)

☆۷۔ نہ صرف حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب بلکہ آپ کا پورا گھرانہ اس تربیت میں کمال رکھتا تھا۔ انہیں روحانی کمالات کا ایک اثر یہ تھا کہ اس خاندان نے کبھی شاہی منصب یا شاہی جاگیر منظور نہیں کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کے دادا شاہ عبدالرحیم صاحب سلطان عالمگیر کے زمانہ کے مشہور عالم تھے۔ بادشاہ نے آپ کو اس علماء کے بورڈ کا ممبر بنانا چاہا جو فقہ حنفی کے فتاویٰ مرتب کرنے کیلئے بنایا گیا تھا۔ آپ کی والدہ کی بھی خواہش ہوئی کہ اس بورڈ میں شریک ہوجائیں تو عزت و عظمت بھی حاصل ہو' اور رات دن آٹے دال کی فکر سے بھی نجات ملے۔ مگر آپ نے بادشاہ کو صاف جواب دے دیا۔ ماں سے معذرت کردی اور اسی نان جویں پر خدمت خلق کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔ البتہ وقتاً" فوقتاً" ان علماء کی رہنمائی اور مفید مشورے ضرور دیتے رہے جو بورڈ میں کام کرتے تھے۔ ایک طرف حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی عظمت و عزت کا یہ عالم ہے کہ شاہزادے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور پاؤں دبانے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ (ملفوظات صفحہ ۵۳) برسرراہ نوابوں اور امراء سے ملاقات ہوجاتی ہے تو وہ اپنی سواریوں سے اتر

بقیہ صفحہ پر

میں تقریر ضرور کیا کرتے تھے۔ دہلی اور بیرون دہلی کے ہزاروں آدمی ان اجتماعات میں شریک ہوتے۔ پروگرام کی پابندی یہاں تک تھی کہ مرض الموت میں بھی جب تک

بقیہ از صفحہ ۷

کر مصافحہ اور مزاج پرسی کرتے ہیں (صفحہ ۵۲) بادشاہ سے بھی ملاقات ہوتی ہے تو وہ بھی مصافحہ کرنے میں پورے احترام سے پیش آتے ہیں۔ پریشانی کے اوقات میں آپ سے دعا کی استدعا کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف قناعت اور سیرچشمی کا یہ عالم ہے کہ کسی شاہی عطیہ کو قبول کرنا تو درکنار، بادشاہ اور امراء کی ہمت ہی نہیں پڑتی تھی کہ وہ کچھ پیش کریں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری پیش کش نظر حقارت سے مسترد کر دی جائے گی۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دیں   خاک برفرق قناعت بعد ازیں (خسرو)

ملفوظات کے حوالہ سے ایک واقعہ بطور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

دہلی میں وبا پھیلی۔ مسلمانوں نے طے کیا کہ جامع مسجد میں جمع ہو کر دوگانہ پڑھیں اور دعا کریں۔ بادشاہ کی طرف سے اجتماع کا انتظام کرایا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بادشاہ کی طرف سے خاص ایلچی نے حاضر ہو کر اس اجتماع میں شرکت کی درخواست کی۔ ۸ بجے کا وقت مقرر تھا جب شاہ صاحب پہنچے اسی وقت بادشاہ کی سواری بھی پہنچی۔ جامع مسجد کے زینہ پر ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے بڑھ کر مصافحہ کیا، اور معذرت کی کہ یہاں تشریف لانے میں جناب کو تکلیف ہوئی۔ وقت عزیز صرف ہوا معاف فرمایئے

شاہ عبدالعزیز صاحب: یہ سب کچھ خلق خدا کے نفع کے لئے ہوا۔ کوئی مضائقہ نہیں اس کے بعد بادشاہ نے درخواست کی کہ چھوٹے بھائی مولانا رفیع الدین صاحب سے فرمایئے کہ وہ نماز پڑھائیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا یہ منصب امام جامع مسجد کا ہے ان سے فرمایئے وہی نماز پڑھائیں گے۔ نماز کے بعد دعا اور استغفار کا وقت آیا بادشاہ نے اصرار کر کے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنے پاس بلایا۔ آپ مجبوراً" بادشاہ کے قریب پہنچے۔ مگر دہلی کے ایک بزرگ شاہ غلام علی صاحب کو آگے بڑھا کر خود پیچھے ہٹ گئے۔ (ملفوظات صفحہ ۷۷، ۷۸) مختصر یہ کہ بادشاہ کی نظر میں یہ احترام تھا مگر نہ بادشاہ کو یہ ہمت ہوتی تھی کہ کچھ پیش کریں اور نہ اس طرف یہ امکان تھا کہ شاہی پیش کش منظور کر سکیں۔ جس کے حلال اور پاک ہونے میں بھی شبہ تھا اور جس سے یہ

بقیہ صفحہ ۹ پر

www.rahmia.org

بولنے کی طاقت رہی اس تقریر کے پروگرام پر عمل ہوتا رہا☆۸

تربیت یافتہ علماء۔ جو علماء حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی تربیت گاہ سے تربیت پا

بقیہ از صفحہ ۸

بھی خطرہ ہوسکتا تھا کہ آزادی رائے باقی نہ رہ سکے۔ آپ ایک دارالعلوم اور یونیورسٹی کے اعزازی پرنسپل اور صدر مدرس بھی تھے۔ دارالعلوم میں لنگر جاری رہتا مگر گھر کے آدمی فاقہ کے خوگر تھے۔ ایک مرتبہ چند وقت کے فاقہ نے بچوں تک کو نڈھال کر دیا ایک خادمہ نے کہیں اس کا تذکرہ کردیا۔ آپ نے اس خادمہ کو علیحدہ کر دیا کہ ہمارے گھر کا راز فاش کرتی ہے (امیر الروایات) ایک دوست نے مطالعہ کے لئے کچھ کتابیں منگائیں۔ ان کی جلدیں بوسیدہ تھیں تو نئی جلدیں بندھوادیں جب حضرت شاہ عبدالعزیز کے پاس واپس پہنچیں تو چونکہ یہ دوست سرکاری وظیفہ دار تھے شاہ صاحب نے وہ جلدیں توڑوادیں کہ سرکاری آمدنی کا کوئی ذرہ بھی اپنے کام میں نہ آنے پائے۔ مولانا رحیم بخش صاحب کی روایت یہ ہے کہ وفات کے وقت شاہ عبدالعزیز صاحب نے وصیت فرما دی تھی کہ وفات کی اطلاع بادشاہ کو نہ دی جائے (حیات ولی صفحہ ۳۴۴) یہ بات قابل توجہ ہے کہ خدمت خلق کے جذبہ نے اس خاندان کو اس پر آمادہ کیا تھا کہ طبابت کو ذریعہ معاش بنائیں (ملفوظات صفحہ ۴۳)

☆۸ مولانا رحیم بخش صاحب دہلوی کا بیان ہے کہ ہفتہ میں دو بار منگل اور جمعہ کو کوچہ چیلان (دہلی) (پرانے مدرسہ) میں مجلس وعظ منعقد ہوتی تھی جس میں خواص و عوام مورو ملخ سے زیادہ جمع ہوجاتے تھے آپ کی معجزانہ تقریر میں وہ اثر ہوتا تھا کہ مخالفین گھروں سے اعتراض کا ارادہ کرکے چلتے لیکن وہاں بجز سکوت اور تسلیم کے کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہ ہوتی۔ آپ کا طرز بیان ایسا عجیب تھا کہ ہر مذہب و ملت کا آدمی مجلس سے خوش ہوکر اٹھتا تھا اور آپ کی کوئی بات کسی پر گراں نہیں گذرتی تھی۔ آپ کو خلق خدا کی خدمت کا خیال ہر وقت رہتا تھا انتہا یہ کہ زیادتی مرض کے زمانہ میں جب وعظ کا دن آیا تو آپ نے دوسروں کے سہارے بیٹھ کر وعظ شروع کیا۔ تقریر شروع ہوئی تو آپ نے سہارا دینے والوں کو بھی الگ کردیا۔ اور حسب معمول بیٹھ کر وعظ فرماتے رہے۔ لب و لہجہ سے کمزوری اور ناتوانی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر استقلال ویسے ہی اپنا رنگ جمائے ہوئے تھا ختم تقریر پر آپ نے دعا کی۔ چند وصیتیں فرمائیں پھر چند روز

www.rahimia.org

کر ہندوستان کے آفتاب و ماہتاب بنے ان کی فہرست بہت طویل ہے چند نام یہاں ذکر کئے جاتے ہیں☆۹

(۱) مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (۲) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب

(۳) مولانا شاہ عبدالغنی صاحب

یہ تینوں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کی تربیت کی مگر یہ تینوں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں وفات پاگئے

(۴) مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب، خلف جناب شیخ محمد افضل صاحب (حضرت شاہ

بعد وفات ہوگئی (حیات ولی)

تقریر میں کیا ہوتا تھا ملفوظات کے ایک فقرہ سے ان تقریروں کے مضمون کا اندازہ ہوجائے گا آپنے فرمایا اگر مجھے غازی الدین حیدر (شاہ اودھ) اپنے یہاں بلائیں (بشرطیکہ جاگیر اور منصب کی کوئی بیخ لگی ہوئی نہ ہو) تو میں ضرور پہنچوں اور اس انداز سے تقریر کروں کہ ان کی آنکھیں کھل جائیں اور راہ راست پر آجائیں۔ پھر فرمایا اب مجھے قتل کئے جانے کا بھی خوف نہ رہا۔ صرف یہ وسوسہ آتا ہے کہ اگر اسی حالت میں قتل کر دیا جاؤں تو جو کام پیش نظر ہے وہ ادھورا رہ جائے گا (ملفوظات صفحہ ۵۱)

غازی الدین حیدر اودھ کے نواب تھے ان کے باپ دادا (سعادت علی خان، شجاع الدولہ، صفدر جنگ وغیرہ) اس پر فخر کیا کرتے تھے کہ ان کو دربار دہلی سے منصب وزارت حاصل ہے مگر انہوں نے دربار دہلی کا یہ تعلق منقطع کر دیا اور انگریزی گورنر جنرل کی زیرسرپرستی اپنی بادشاہت کا اعلان کیا (قیصر التواریخ۔ تاریخ اودھ۔ عماد السعادت وغیرہ)

☆۹۔ مولانا محمد رحیم بخش صاحب دہلوی مصنف حیات ولی نے مولانا فضل حق خیرآبادیؒ کو بھی حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے تلامذہ میں شمار کرایا ہے۔ مگر مولانا خیرآبادی بلاواسطہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد نہیں تھے۔ بلکہ آپ حضرت شاہ عبدالقادرؒ صاحب کے شاگرد تھے۔ (سیرالعلماء و تذکرہ علماء ہند وغیرہ)

www.rahimia.org

عبدالعزیز صاحب کے نواسے)

(۵) مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب

(۶) مولانا شاہ عبدالحی صاحب (حضرت شاہ عبدالعزیز کے داماد)

(۷) مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب۔ خلف حضرت شاہ عبدالغنی صاحب' برادر خورد حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب

(۸) حضرت سید احمد صاحب شہید

(۹) مولانا رشید الدین صاحب دہلوی

(۱۰) مولانا مفتی صدرالدین صاحب دہلوی

(۱۱) مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلہ

(۱۲) حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی

(۱۳) مولانا مخصوص اللہ صاحب (خلف مولانا رفیع الدین صاحب)

(۱۴) مولانا کریم اللہ صاحب دہلوی' خلف مولانا لطف اللہ صاحب فاروقی

(۱۵) مولانا میر محبوب علی صاحب دہلوی

(۱۶) مولانا عبدالخالق صاحب دہلوی

(۱۷) مولانا حسن علی صاحب لکھنوی

(۱۸) مولانا حسین احمد صاحب بلیح آبادی

کارپردازان حکومت کا سلوک

مغل بادشاہ عموماً" اس خاندان کا احترام کرتے رہے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بادشاہ خود اپنے اختیار میں نہیں تھے اور جو کار پرواز با اختیار تھے ان میں عموماً" وہ تھے جن کو یہ انقلابی اصلاحات پسند نہیں تھیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور

☆۱۰ یہ انگریزوں کا حامی گروپ تھا۔ جو بد قسمتی سے مذہباً" شیعہ تھے۔ نجف خاں اس کے قائد اور لیڈر تھے جن کو شجاع الدولہ اور انگریزوں کے اصرار پر امیر الامراء بنایا گیا مرہٹہ راجہ اس منصب پر کسی روہیلہ سردار کو دیکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اول وہ نجیب الدولہ کے حامی رہے اور

www.rahimia.org

آپ کے ساتھیوں کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی گئیں مثلاً"

غنڈہ گردی:۔ حضرت شاہ صاحب کا خود اپنا بیان ہے۔

"جب میں پرانے شہر میں تھا تو خود اپنوں کے ہاتھوں مجھے بہت تکلیف پہنچائی جاتی آبرو باختہ آوارہ گردوں کو اکسا دیا جاتا تھا۔ وہ میرے مکان کے قریب چھت پر تعزیہ رکھ دیتے تھے اور تبرا وغیرہ کی ایذا رساں حرکتوں سے ناطقہ بند کر دیتے تھے رمضان شریف میں مسجد میں تراویح ہو رہی تھی۔ ایک بازاری عورت کو شراب پلا کر وہاں پہنچا دیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ وہ حافظ شیرازی کا ایک شعر پڑھ رہی تھی اور غنڈوں کا ہجوم ڈھول بجا رہا تھا۔ اور طرح طرح کے آوازے کس رہا تھا ☆۱۲

ان غنڈوں کو اگر جواب دیا جاتا تو بلوہ کی نوبت آتی جو مقاصد تحریک کے لئے خطرناک تھا۔

ضبطی جائداد:۔ غنڈہ گردی سے کامیابی نہ ہوئی تو حضرت شاہ صاحب کا مکان ضبط کر لیا گیا اور ان کو دہلی سے نکال دیا گیا حضرت شاہ فخرالدین صاحب نے اس وقت خاص طور پر امداد فرمائی اور آپ کے قیام کا انتظام کیا اور پھر اپنے تعلقات کو کام میں لا کر بادشاہ کے ذریعہ حویلی واپس دلوائی ☆۱۳

اس کی وفات کے بعد نجیب الدولہ کے فرزند ضابطہ خاں کو مرہٹوں کی حمایت حاصل رہی شاہ عبدالعزیز صاحب نجیب الدولہ کے مداح تھے ایک مرتبہ نجیب الدولہ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ نجیب الدولہ کی سرکار میں تو سو عالم تھے ان کی تنخواہیں پانچ روپے سے لے کر پانچ سو تک تھیں حنفی شافعی اور مالکی مسلک کے تین علماء (عدالت عالیہ کے جج) مقرر کئے تھے (۸۱ ملفوظات)

☆۱۱ شعر یہ ہے۔

در کوئے نیک نامی مارا گذر نداند در تو نمے پسندی تغییر کن قضارا

☆۱۲ ملفوظات ۵۴

☆۱۳ فرزندان شاہ ولی اللہ مغفورا در آنچہ متصدیان سلطانی از حویلی علیحدہ ساختہ و حویلی را بہ ضبط آور بودند آں حضر (شاہ فخرالدین صاحب) بحویلی مبارک جاداوند، غم خواری فرمودند و حویلی مذکور را از جناب سلطان بالشان رہا نیدند و با اعزاز و اکرام در آنجار سانیدند (مناقب فخریہ ۳۱ بحوالہ تاریخ مشائخ چشت)

شہر بدری: یہ قصہ رفع دفع ہوا تو کوئی نیا قضیہ کھڑا کیا گیا اور آپ کو مع اہل و عیال شہر بدر کیا گیا اس مرتبہ حضرت شاہ فخر الدین صاحب کے تعلقات بھی کام نہ آسکے چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور آپ کے بھائیوں کو شاہدرہ تک مع متعلقین پیدل جانا پڑا۔ شاہدرہ سے حضرت شاہ فخر الدین صاحب نے متعلقین کے لئے سواری کا انتظام کرا دیا[۱۴☆] بسا اوقات وزراء اور امراء کی بد سلوکی کی داد رسی ریزیڈنٹ کر دیا کرتے تھے۔ مگر بد قسمتی سے ریزیڈنٹ خود شاہ صاحب کے مخالف تھا[۱۵☆]

قتل کرنے کی سازش:۔ صرف اسی پر قناعت نہیں کی گئی بلکہ دو مرتبہ آپ کو زہر بھی دیا گیا خدا کے فضل و کرم سے زہر ناکام رہا مگر جسمانی صحت پر اس کا برا اثر پڑا یہ بھی روایت ہے کہ آپ کے بدن پر چھپکلی کا ابٹن مل دیا گیا تھا جس سے برص ہو گیا تھا[۱۶☆]

بہرحال ان تمام سزاؤں کے نتیجہ میں

۱۔ بینائی جاتی رہی ۲۔ برص ہو گیا ۳۔ خون میں حدت ہو گئی ۴۔ مختلف امراض پیدا ہو گئے

اٹھارہویں صدی عیسوی کا خاتمہ

اٹھارہویں صدی کی شام کو ہندوستانی عظمت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ غلامی کی شب تاریک تیزی سے پورے ملک پر چھا رہی تھی۔ انگریزی اقتدار کی صبح صادق نمودار ہو رہی تھی۔

اب آزادی وطن کی سونی بزم میں صرف مرہٹہ اقتدار کی ایک ٹمٹماتی شمع باقی تھی۔ لال قلعہ میں جو کچھ اجالا تھا وہ اسی کا عکس تھا ایک چراغ شمالی مغربی علاقہ میں

☆۱۴ امیر الروایات ارواح ثلاثہ ۲۴

☆۱۵ مناقب فریدی بحوالہ تاریخ مشائخ چشت

☆۱۶ ارواح ثلاثہ ۲۴

www.rahimia.org

بھبک رہا تھا۔ یہ راجہ رنجیت سنگھ کا عروج تھا۔ مسلمانوں کی تمام قابل ذکر طاقتیں ختم ہو چکی تھیں جو ختم نہیں ہوئی تھیں مفلوج ہو کر انگریزی اقتدار کے سامنے سر جھکا چکی تھیں ۱۸۰۰ء کے آخر میں لارڈ لیک انگریزی فوجوں کو لے کر دہلی کی طرف بڑھا سیندھیا کی فوجیں شاہی اقتدار کی محافظ تھیں۔ وہ سینہ سپر ہوئیں مگر انگریز کی فوجی طاقت مرہٹوں کی قوت ایثار سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی مجبوراً شکست خوردہ دہلی نے انگریزوں کا استقبال کیا لارڈ لیک نے دہلی پر تسلط کر کے شاہ عالم سے ایک نیا معاہدہ کیا۔

سیندھیا پیچھے ہٹا تو ہلکر اور امیر علی خان آگے بڑھے۔ مگر دہلی کے محاذ پر ان کو بھی شکست ہوئی تو سکھوں کی بہادری کا صدقہ لینے کے لئے پنجاب پہنچے یہاں ان کو کچھ مالی امداد تو مل سکی مگر فوجی امداد کے لئے کوئی سکھ سردار تیار نہیں ہوا بڑی امید مہاراجہ رنجیت سنگھ سے تھی۔ اس نے بھی صاف انکار کر دیا ☆۱۷

اب مجبوراً ان کو انگریزوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے مگر انگریزوں کے خلاف غم و غصہ کی جو آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ وہ اب بھی کم نہیں ہوئی تھی لیکن بد قسمتی یہ تھی۔ کہ پورے ہندوستان میں کوئی نہیں تھا۔ جو ان کی ہمنوائی کرتا صرف ایک راجہ اور ایک فقیر ان کا ہمنوا تھا۔ راجہ مادھوجی سیندھیا اور فقیر شاہ عبدالعزیز۔ ہلکر اور سیندھیا کی باہمی رقابت و عداوت تاریخ کا مشہور افسانہ ہے اس رقابت نے ان کو آج تک الگ الگ رکھا تھا لیکن انگریزوں کی مخالفت ایک مشترکہ مقصد تھا۔ جس نے ان تینوں کو متحد کر دیا یعنی امیر علی خان ہلکر اور سیندھیا

☆۱۷ تاریخ پنجاب از پنڈت دیبی پرشاد ۲۳ و مہاراجہ رنجیت سنگھ از پروفیسر سیتارام کوہلی ۹۱-۹۹ و نواب امیر علی خان از مولانا شاہ اکبر خان

انگریزی اقتدار کی نوعیت اور آزادئ وطن کے متعلق ایک پیچیدہ سوال

۱۷۶۵ء میں جب کہ پٹنہ اور بکسر کی جنگ میں شجاع الدولہ (اودھ) اور شاہ عالم کو شکست ہو چکی تھی تو فوراً" ہی دہلی پر قبضہ کر لینا بھی مشکل نہیں تھا۔ کیونکہ انگریزوں کی فوجی طاقت اتنی ترقی کر چکی تھی۔ کہ وہ آسانی سے یہ پروگرام کامیاب کر سکتے تھے۔ مگر انگریزوں کی پالیسی یہ تھی کہ مرنے والوں کو اپنی موت مرنے دیا جائے۔ اس کو گولی کا نشانہ بنا کر بلاضرورت کارتوس خراب نہ کیا جائے۔ چنانچہ انگریز مدبرین وہ زہریلے نسخے تو استعمال کرتے رہے جو مرض کو مہلک بنا کر موت کو یقینی کر دیں مگر اس کے روا دار نہیں ہوئے کہ فوجی قوت کے ذریعہ ایک سال بعد مرنے والے کو آج ہی ختم کر دیں ان کے تجارتی مقاصد کا تقاضا بھی یہی تھا۔ کہ زراندوزی اور ملک گیری کے وہ راستے نہ اختیار کریں جن سے عوام میں بددلی پیدا ہو۔ جب ۱۸۰۳ء میں دہلی پر قبضہ کیا تو یہاں بھی اس سوچی سمجھی اور طے شدہ پالیسی سے کام لیا گیا یعنی بادشاہ کو معزول کرنے اور شاہی تخت و تاج چھیننے کے بجائے بادشاہت کا وہ نمونہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی جو انگلستان کی آزاد پارلیمنٹ خود اپنے بادشاہ کے لئے طے کر چکی تھی۔ اور جس پر خود انگریزوں کے وطن میں سالہا سال سے عمل ہو رہا تھا۔ یعنی بادشاہ کو تاج و تخت کے ساتھ باقی رکھتے ہوئے صرف اختیارات ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے تسلیم کرا لئے گئے اور اس کی تعبیر یہ کی گئی کہ "خلق خدا کی ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا"

غور فرمایئے کس قدر نازک پوزیشن ہے۔ خدا کی خدائی اور اس کی قدرت کاملہ تسلیم کر کے مذہب کا دامن بھی دونوں ہاتھوں سے تھام لیا گیا ہے مغل بادشاہ کی بادشاہت اور آل تیمور کی عظمت بھی محفوظ کر دی گئی ہے صرف کاروبار حکومت جو ہندو یا مسلمان امراء اور وزراء کے حوالہ ہوا کرتا تھا۔ اب ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالہ

کر دیا گیا ہے۔ تہذیب اور کلچر کے لحاظ سے نہ صرف یہ کہ ان کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا ہے بلکہ ہندوؤں کے سماجی معاملات پنڈتوں کے اور مسلمانوں کے معاشرتی معاملات قاضیوں کے سپرد کر کے ان کو کلچرل اٹانمی (تہذیبی خود مختاری) بھی دے دی گئی ہے۔ عوام تو عوام اس زمانہ کے خواص بھی اس فرق کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ جو سابق امراء اور وزراء کے اختیارات یا انگلستان کی پارلیمنٹ اور کابینہ اور ہندوستان کے بورڈ آف ڈائرکٹرز کے درمیان تھا۔ ان کی نظر مذہب پر، تہذیب پر اور بادشاہ پر تھی۔ یہ سب محفوظ تھے۔ لہٰذا ایک نہایت ہی نازک سوال تھا۔ کہ موجودہ حالت کو آزادی کہا جائے۔ یا غلامی۔ اسلامی قوانین کی رو سے پیچیدہ سوال یہ ہے کہ اب ہندوستان کو دارالاسلام مانا جائے جیسا کہ پہلے تھا یا دارالحرب کہا جائے جہاں برسر اقتدار طاقت سے جنگ کرنا ورنہ اس ملک سے نکل جانا "ہجرت" فرض ہے یا اس کو دارالامن مانا جائے جہاں اگرچہ حکومت غیر مسلم ہے مگر مسلمانوں کی جان و مال محفوظ ہے اور مذہبی آزادی ان کو حاصل ہے اور اس بنا پر حکومت سے جنگ کرنا درست نہیں ہے۔

بہر حال ایک نہایت ہی پیچیدہ سوال تھا۔ جو انیسویں صدی عیسوی کے شروع ہوتے ہی سیاسی مفکرین اور علماء کرام کے سامنے آیا۔ اس سوال کے جواب میں اختلاف رائے ہو سکتا تھا انگریز جیسی شاطر اور ڈپلومیٹک قوم کے لئے نہایت آسان تھا۔ کہ اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کو گمراہ کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور کامیاب ہوئی مگر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کی سیاسی درس گاہ کے تربیت یافتہ پختہ کار ایسے شعبدوں سے مسحور ہونے والے نہیں تھے۔ چنانچہ اس پارٹی کے رہنما سیدنا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے فتوی صادر فرمایا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ

www.rahimia.org

سرہ العزیز نے جو فتویٰ فارسی زبان میں صادر فرمایا اس کا ترجمہ یہ ہے[☆۱۸]

"یہاں روسا نصاریٰ (عیسائی افسران) کا حکم بلادغدغہ اور بیدھڑک جاری ہے اور ان کا حکم جاری اور نافذ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ملک داری' انتظامات' رعیت' خراج' باج' عشرہ' مالگذاری' اموال تجارت ڈاکوؤں اور چوروں کے انتظامات مقدمات کا تصفیہ جرائم کی سزاؤں وغیرہ (یعنی سول فوج پولیس دیوانی اور فوجداری معاملات کسٹم اور ڈیوٹی وغیرہ) میں یہ لوگ بطور خود حاکم اور مختار مطلق ہیں۔ ہندوستانیوں کو ان کے بارے میں کوئی دخل نہیں۔ بیشک نماز جمعہ عیدین اذان اور ذبیحہ گاؤ جیسے اسلام کے چند احکام میں وہ رکاوٹ نہیں ڈالتے لیکن جو چیز ان سب کی جڑ اور حریت کی بنیاد ہے (یعنی ضمیر اور رائے کی آزادی اور شہری آزادی) وہ قطعاً" بے حقیقت اور پامال ہے چنانچہ بے تکلف مسجدوں کو مسمار کر دیتے ہیں عوام کی شہری آزادی ختم ہو چکی ہے۔ انتہا یہ کہ کوئی مسلمان یا ہندو ان کے پاسپورٹ اور پرمٹ کے بغیر اس شہر یا اس کے اطراف و جوانب میں نہیں آسکتا۔ عام مسافروں یا تاجروں کو شہر میں آنے جانے کی اجازت دینا بھی ملکی مفاد یا عوام کی شہری آزادی کی بنا پر نہیں بلکہ خود اپنے نفع کی خاطر ہے اس کے بالمقابل خاص خاص ممتاز اور نمایاں حضرات مثلاً" شجاع الملک اور

☆۱۸ اصل عبارت یہ ہے دریں شہر حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست و حکم روسا نصاری بے دغدغہ جاری ست و مراداز اجراء احکام کفر انیست کہ در مقدمہ ملک داری و بندوبست رعایا و اخذ خراج و باج و عشور اموال تجارت و سیاست قطاع الطریق و سراق و فیصل خصومات و سزائے جنایات کفار بطور حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام رامثل جمعہ عیدین و اذان و ذبح بقر تعرض نکنند نہ کردہ باشند لیکن اصل اصول ایں چیز ہانزد ایشاں ہباو بدرست زیراکہ مساجد رابے تکلف ہدم مے نمایندہ و ہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر و در نواح نمے تواند آمد و برائے منفعت خود از واردین و مسافرین و تجار مخالفت نمے نمایند اعیان دیگر مثلاً" شجاع الملک ولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمے توانند شدو ازیں شہرتا کلکتہ عمل نصاری ممدست آرے درچپ و راست مثل حیدر آباد لکھنؤ و رام پور احکام خود جاری نہ کردہ اندبسبب مصالحت و اطاعت مالکان آں الخ ۱۷ اج افتاوی عزیز یہ مطبوعہ مطبع مجتبائی)

www.rahimia.org

ولایتی بیگم ان کی اجازت کے بغیر اس ملک میں داخل نہیں ہو سکتے۔ دہلی سے کلکتہ تک انہیں کی عمل داری ہے بے شک کچھ دائیں بائیں مثلاً" حیدر آباد لکھنؤ رام پور' میں چونکہ وہاں کے فرمانرواؤں نے اطاعت قبول کر لی ہے براہ راست نصاریٰ کے احکام جاری نہیں ہوتے"

(مگر اس سے پورے ملک کے دارالحرب ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا)

(فتاویٰ عزیزی فارسی جلد اول ۱۷ مطبوعہ مجتبائی)

ایک دوسرے فتویٰ میں بھی مخالفوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ہندوستان کا دارالحرب ہونا ثابت کیا ہے۔ (جلد اول ۱۰۵ فتاویٰ عزیزی فارسی مطبوعہ مجتبائی)

فتویٰ کی زبان مذہبی ہے کہ دارالحرب کا اصطلاحی لفظ استعمال کیا گیا ہے مگر روح سیاسی ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ ☆۱۹

۱۔ قانون سازی کے جملہ اختیارات یورپی عیسائیوں کے لیڈروں کے ہاتھ میں ہیں۔

☆۱۹ دور حاضر کے مشہور رہنما عالم دین حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی صدر جمعیتہ علماء ہند اس فتویٰ کے مضمرات پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ صاحب نے انگریزوں کے خلاف جو ظلم و ستم کی شکایت کی ہے اس میں مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں کا بھی ذکر ہے۔ یہ دونوں' شہر دہلی اور اس کے نواح میں امن کا پروانہ لئے بغیر نہیں آسکتے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب انگریزوں کے مظالم سے صرف مسلمانوں کی نہیں بلکہ ہندوؤں کی بھی گلو خلاصی چاہتے تھے۔

شاہ صاحب کسی ملک کے دارلاسلام ہونے کے لئے اس میں محض مسلمانوں کی آبادی کافی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے لئے وہ یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ مسلمان باعزت طریقہ پر رہیں۔اور ان کے شعار مذہبی کا احترام کیا جائے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اگر کسی ملک میں سیاسی اقتدار اعلیٰ کسی غیر مسلم جماعت کے ہاتھ میں ہو لیکن مسلمان بھی بہرحال اس اقتدار میں شریک ہوں اور ان کے مذہبی و دینی شعائر کا احترام کیا جاتا ہو تو وہ ملک حضرت شاہ صاحب کے نزدیک بے شبہ دارالاسلام ہو گا اور ازروئے شرع مسلمانوں کا فرض ہو گا کہ وہ اس ملک کو اپنا ملک سمجھ کر اس کے لئے ہر نوع کی خیر خواہی اور خیر اندیشی کا معاملہ کریں۔ (نقش حیات جلد دوم ۱۱)

۲۔ مذہب کا احترام ختم ہے۔

۳۔ اور شہری آزادی سلب کرلی گئی ہے۔

لہٰذا ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس اجنبی طاقت سے اعلان جنگ کردے اور جب تک اس کو ملک بدر نہ کر دے اس ملک میں زندہ رہنا اپنے لئے حرام جانے۔

اس موقع پر یہ حقیقت نظرانداز نہ ہونی چاہیے۔ کہ نجف علی خان کی وفات[۲۰] (۱۷۸۲ء) کے بعد سے یعنی تقریباً بیس سال سے اقتدار مرہٹوں کے ہاتھ میں تھا۔ مرہٹوں کا پیشواء (مادھونرائن پھر باجی راؤ) امیرالامراء تھا۔ اور مادھوجی سیندھیا نائب امیر الامراء اور جس طرح آج یہ اعلان ہو رہا تھا۔ کہ "حکم کمپنی بہادر" کا بیس سال پہلے سے دنیا دیکھ رہی تھی۔ کہ جو کچھ حکم تھا وہ پیشواء یا سیندھیا کا تھا۔ یعنی پایہ تخت اور اس کے گرد و نواح میں ایک غیر مسلم طاقت یعنی مرہٹوں کا تسلط تھا۔

شاہ عبدالعزیز اور ان کی پوری پارٹی دہلی میں موجود تھی ان کے سامنے یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ ان کے منہ میں زبان تھی اور ہاتھ میں قلم تھا۔ چنانچہ جن باتوں میں وہ مرہٹوں کے نظام حکومت سے ناراض تھے ان پر سخت سے سخت تنقید کی تھی آج بھی وہ عربی اور فارسی کے اشعار موجود ہیں جن میں مرہٹوں پر کڑی تنقید ہے لیکن بایں ہمہ

☆۲۰۔ ۲۶ اپریل ۱۷۸۲ء کو مرزا نجف خان کا انتقال ہوا (تاریخ ہندوستان صفحہ ۳۲۸ ج ۹) اس کے مرنے کے بعد دو شخص اس کے منصب کی وراثت کے لئے کھڑے ہوئے۔ ۱۔ افراسیاب جس کو مرزا نجف علی خان اور اس کی بہن نے پالا تھا ۲۔ مرزا شفیع جو نجف علی خان کا رشتہ دار تھا کافی ہنگامہ بازی کے بعد مرزا محمد شفیع نے امیرالامرائی کا عہدہ سنبھالا۔ چند روز بعد اس کو محمد بیگ نامی ایک سردار نے جو اس ہنگامہ بازی کا ہیرو تھا قتل کردیا۔ اب افراسیاب خان امیرالامراء ہوا۔ چند روز بعد مرزا محمد شفیع کے بھائی زین العابدین نے افراسیاب کو بھی قتل کر دیا۔ اس کمینہ خانہ جنگی سے بادشاہ اس قدر تنگ ہوچکا تھا کہ اس نے آس پاس کے تمام امراء کو نظرانداز کرکے مرہٹوں کی طرف دست تعاون بڑھایا۔ جس کو مرہٹوں نے خوش آمدید کہا۔ اب پیشوا کو عہدہ ء امیرالامرائی سپرد ہوا اور مادھوجی سیندھیا نائب امیرالامراء قرار پایا۔ پینسٹھ ہزار روپیہ ماہانہ بادشاہ کا نذرانہ مقرر ہوا۔ (تاریخ ہندوستان از صفحہ ۳۲۸ تا صفحہ ۳۳۱ ج ۹)

بیس سالوں میں نہ وطن عزیز کو دارالحرب قرار دیا اور نہ ہندوستانیوں کے لئے "آزادی ورنہ ترک وطن" کا فتویٰ صادر کیا بلکہ اس کے برعکس مسلمانوں کا جنگ جو طبقہ جو شاہ عبدالعزیز صاحب سے گہری عقیدت رکھتا تھا یعنی روہیلہ پٹھان ان کے تعلقات مرہٹوں سے اور زیادہ مضبوط ہو گئے یہ بھی فراموش نہ ہونا چاہیے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کو اذیتیں پہنچانے کی جو روایتیں نقل کی جاتی ہیں ان میں جس کا نام لیا جاتا ہے وہ نجف علی خان ہے جو انگریزوں کا پرانا وظیفہ خوار اور ان کا لایا ہوا وزیر تھا۔

فتوے کا اثر:۔ عام مسلمان جو انگریزوں کے تیز رفتار اقتدار سے حیرت میں رہ گئے تھے اور اپنے اندر ایسی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ کہ مذہب کی روشنی میں فیصلہ کر سکیں کہ اس اقتدار کے مقابلہ میں ان کا طرز عمل کیا ہو ان کے لئے ایک راستہ کھل گیا جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ باہمت جنگ جو طبقہ جا بجا اس طاقت سے وابستہ ہو گیا جو اس وقت انگریزوں سے برسرپیکار تھی۔ یہ طاقت اس وقت صرف مرہٹوں کی تھی۔ چنانچہ اس دور میں مسلمانوں اور مرہٹوں کی پرانی جنگ ختم ہو گئی اور صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ مرہٹہ علاقوں کے مسلمان مرہٹوں کی فوج میں شامل ہو کر آخر تک انگریزوں سے لڑتے رہے بلکہ شمالی ہند کے بھی بہت سے مسلمان ان علاقوں میں پہنچے اور مرہٹوں کے ساتھ انگریزوں کی جنگ میں شریک ہو گئے خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے خاص معتقد اور مرید سید احمد صاحب کو امیر علی خان ستھلی کے پاس بھیجا جو جسونت راؤ ہلکر کے ساتھ ایک عرصہ سے انگریزی طاقت پر شب خون مار رہے تھے۔

بہرحال ۱۸۱۸ء ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ کہ ہندوستان کی تمام چھوٹی بڑی طاقتیں انگریز کے سامنے سرنیاز خم کر چکی تھیں انگریزی اقتدار کا جھنڈا درہ خیبر سے راس کماری تک اور بمبئی سے لے کر آسام اور برما کے سواحل تک لہرانے لگا تھا۔ اب کوئی نہیں تھا۔ کہ انگریزی اقتدار کے سامنے گردن ٹیڑھی کر سکے۔ البتہ ایک طاقت تھی جو کسی طرح انگریزی اقتدار کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں تھی یہ وہی طاقت

تھی جس کی تربیت شاہ ولی اللہ کے اصول پر ہوئی تھی۔ جس کا نصب العین "فک کل نظام" یعنی ہمہ گیر انقلاب ایک عرصہ پیشتر قرار پا چکا تھا۔ مایوسی کے اس تاریک دور میں اس طاقت کے بوڑھے امیر حضرت شاہ عبدالعزیز نے اپنے بڑھاپے' بیماریوں اور نابینائی کے باوجود ہچکچانے یا پیچھے ہٹنے کے بجائے قدم آگے بڑھایا انقلاب کا ایک مکمل پروگرام بنایا اور اپنے شاگردوں اور مریدوں کی صلاحیتوں کا جائزہ لے کر ذمہ داریاں تقسیم کر دیں۔

انقلابی پروگرام کی ذمہ داریاں اور تقسیم کار

ا۔ حضرت سید احمد صاحب کے زیر قیادت ایک گروپ بنایا گیا مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب اس گروپ کے اہم ترین رکن اور سید صاحب کے مشیر خاص قرار دیئے گئے ان تینوں حضرات کی سب کمیٹی کے سپرد کیا گیا کہ۔

ا۔ ملک میں دورہ کر کے روح انقلاب پیدا کریں۔

ب۔ رضا کار بھرتی کریں ان کو فوجی ٹریننگ دیں۔

ج۔ مالیہ فراہم کریں۔

د۔ دیگر ممالک سے تعلقات پیدا کریں۔

ہ۔ فوجی کاروائی یعنی باضابطہ جنگ

۲۔ دوسرا گروپ جس کی زمام قیادت خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اپنے سن رسیدہ مریدوں اور شاگردوں کو بھی اس کا رکن بنایا۔

ا۔ مرکز کو سنبھالنا اس کا فرض تھا۔

ب۔ تعلیم و تربیت کا وہ سلسلہ جو شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ سے جاری تھا اور ہمہ گیر انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے جس کا باقی رکھنا ضروری تھا اسی گروپ کے ذمہ تھا۔

ج۔ اور جب پہلا گروپ محاذ پر پہنچ جائے تو ملک کی فضا کو ہم نوا بنانا' نئے رضاکاروں

www.rahimia.org

کی بھرتی اور فراہمی مالیہ وغیرہ کے تمام فرائض اسی گروپ کے سپرد تھے۔
حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے علاوہ اس گروپ کے خاص خاص رکن یہ تھے۔

مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب	دہلوی	مولانا حسن علی صاحب	لکھنوی
مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب	دہلوی	مولانا حسین احمد صاحب	بلیح آبادی
مفتی رشید الدین صاحب	دہلوی	مولانا شاہ عبدالغنی صاحب	دہلوی
مفتی صدر الدین صاحب	دہلوی		

سید صاحب کی قیادت کی وجہ:۔ علم و فضل تحریر و تقریر مقبولیت اور خاندانی شہرت میں مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب شہید سید صاحب سے بڑھے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ عمر میں بھی یہ دونوں بزرگ سید صاحب سے بڑے تھے کیونکہ جب سید صاحب کو اس گروپ کو لیڈر بنایا تھا تو سید صاحب کی عمر تقریباً چالیس سال تھی اور مولانا عبدالحی صاحب کی عمر تقریباً پچاس سال اور مولانا اسمٰعیل صاحب کی عمر اڑتالیس سال تھی خاندانی لحاظ سے مولانا عبدالحی صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے داماد تھے اور مولانا اسماعیل صاحب حقیقی بھتیجے مگر سید صاحب کو زعیم اور

☆۲۱ علم و فضل کی شہادت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خود استاذ العلما حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک نہایت اہم معاملہ میں ان کے متعلق تحریر فرمایا تھا ایشاں در علم تفسیر و حدیث وفقہ و اصول و منطق وغیرہ از فقیر کمتر نیستند مہر و دستخط ایشاں گویا دستخط فقیر ست

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا یہ مکتوب جس میں یہ فقرہ ہے منشی خیر الدین لکھنوی کے نام تھا یہ فرضیت حج کے سلسلہ میں تھا۔ آپ نے اس مکتوب گرامی میں ان دونوں بزرگوں کے لئے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ خود ان بزرگون کی اعلیٰ قابلیت کے لئے بہترین سند ہیں آپ نے مولانا عبدالحی صاحب کو شیخ الاسلام اور مولانا اسمٰعیل صاحب کو حجۃ الاسلام اور دونوں کو تاج المفسرین فخر المحدثین سر آمد علماء محققین جیسے القاب سے ذکر فرمایا ہے ملاحظہ ہو سیرت سید احمد شہید ۸۹ بحوالہ مخزن احمدی

قائد اس لئے بنایا گیا کہ محاذ جنگ کا جو عملی تجربہ سید صاحب کر چکے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو اس کا تجربہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی وجہ وہ روحانی کمالات تھے جن میں سید صاحب کا درجہ پوری جماعت میں سب سے فائق اور بڑھا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ سید صاحب کے پیر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے تمام شاگردوں اور تمام اقارب و اعزہ کو ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ سید صاحب سے باقاعدہ بیعت ہو کر اخلاقی اور روحانی کمالات کا استفاضہ کریں۔

ہمہ گیر انقلاب جس کا منشا صرف سیاسی نہ ہو بلکہ سماجی اصلاح بھی اس کا اہم مقصد ہو اسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے جب اس کا لیڈر صرف مدبر و مفکر یا جرنیل ہی نہ ہو بلکہ روحانی لحاظ سے بھی یہ درجہ رکھتا ہو کہ اس کو شیخ وقت کہا جا سکے سید صاحب کے یہی روحانی اور اخلاقی کمالات تھے جنہوں نے بڑے بڑے اہل علم کو یہاں تک گرویدہ بنا دیا کہ بقول ڈبلو ڈبلو ہنٹر

ان کے مرید ان کی روحانی فضیلت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو بخوبی سرانجام دیتے تھے۔ اور صاحب جاہ علماء (مولانا عبدالحی صاحب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مولانا عنایت علی و مولانا ولایت علی وغیرہ) عام خدمت گاروں کی طرح ان کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔[۲۲☆]

حرکت عمل

ایک طرف عوام کے وہ جذبات تھے جن کو احساس شکست برانگیختہ کر رہا تھا۔ مگر بے رحم اجنبی اقتدار کی فوجی قوت ان کو دبائے ہوئے تھی۔ اور دوسری جانب خاندان ولی اللہ کی تربیت گاہ کے وہ اثرات تھے جنہوں نے منتشر طور پر ہمہ گیر انقلاب کے بیج بہت سے دماغوں میں بو دیئے تھے ان جذبات و احساسات کے ساتھ جب لوگوں کو اس پارٹی کی تشکیل کا علم ہوا تو جگہ جگہ سے دعوت نامے پہنچنے لگے چنانچہ دوروں کا پروگرام بنایا گیا اور آئندہ سات سال میں اس گروپ نے ملک اور بیرون ملک کے

☆۲۲ ۔ ہمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ ۲۲

تین دورے کیے۔[۲۳]

خدا سے تعلق، قربانی اور ایثار، ہمدردی خلق اللہ، باہمی تعاون، ضبط و تحمل، حق پسندی اور فدا کاری اور جماعت کا سرمایہ تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات

سید احمد صاحب کا قافلہ سفرحج سے واپس ہو کر ابھی دہلی نہیں پہنچا تھا کہ یہ بوڑھا رہنما جس نے ملک و ملت کی خدمت میں مسلسل تریسٹھ سال صرف کئے تھے[۲۴]

☆۲۳ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:۔

امام عبدالعزیز نے سید احمد شہید کے بورڈ کو پہلی دفعہ ۱۲۳۱ میں بیعت طریقت کے لئے اور دوسری دفعہ بیعت جہاد لینے کے لئے دورے پر بھیجا اس کے بعد سارے قافلہ سمیت حج پر جانے کا حکم دیا تاکہ ان کی تنظیمی قوت کا تجربہ ہو جائے جب قافلہ ۱۲۳۹ میں واپس آیا تو امام عبدالعزیز فوت ہو چکے تھے۔ (شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک ۱۵۳)

۱۔ مراسلہ منجانب میجر جنرل سرجان میلکم بنام مارکوئس ہیسٹنگز مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۱۷ء ۲۔ تاریخ اندور از قانی خان ۳۔ سیاسی تاریخ ہند جلد اول باب ۷ فقرہ ۵۹۲ ۴۔ سیرت سید احمد شہید جدید ایڈیشن ج۱ صفحہ ۵۸۷۔ سوانح احمدی صفحہ ۶۱۹۔ سوانح احمدی صفحہ ۱۹

☆۲۴ پیدائش ۱۱۵۹ھ، ۱۷۴۶ء وفات (۱۲۳۹ھ، ۱۸۲۴ء) قمری حساب سے عمر ۸۰ سال۔ ۱۸ سال کی عمر میں والد صاحب کی جگہ ملکی و ملی خدمات کے مسند نشین ہوئے ۶۳ سال متواتر سرگرم اور جلیل القدر خدمات سے مسند کو پر رونق رکھا۔ تین عفت مآب صاحبزادیوں کے علاوہ آپ کے اولاد نہ تھی صاحبزادیاں بھی صاحب اولاد ہو کر آپ کی حیات ہی میں وفات پا گئیں۔ سب سے بڑی صاحبزادی مولانا رفیع الدین صاحب کے فرزند مولانا عیسیٰ سے منسوب ہوئی تھیں منجھلی صاحبزادی شیخ محمد افضل صاحب سے منسوب ہوئی تھیں۔ جن سے مولانا محمد اسحٰق صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا محمد یعقوب صاحب پیدا ہوئے سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت مولانا عبدالحی صاحب کے نکاح میں تھیں۔ جو حضرت سید احمد صاحب کے رفقاء میں سب سے اونچا درجہ رکھتے تھے۔

www.rahnimia.org

اور جس کے اشاروں پر سید احمد صاحب کی خدائی فوج نے مشرق اور مغرب کے ڈانڈے ملا دیئے تھے ۷ شوال ۱۲۳۹ھ ۶ مئی ۱۸۲۴ء کی صبح کو اس تلون مزاج دنیا سے رخصت ہو گیا اس حادثہ کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے نہ اس کی ضرورت البتہ تحریک سے متعلق چند باتیں اس باب کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ہمہ گیر انقلاب کا جو بیج بویا تھا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی آبیاری سے وہ ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ چنانچہ تعلیم و تربیت اور ایک مخصوص قسم کی اخلاقی ٹریننگ جو اس نصب العین اور اس منزل مقصود تک پہنچنے کا بہت ضروری پروگرام تھا اس کا حلقہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ پورے ہندوستان میں قرآن و حدیث کا کوئی ایک قابل اعتماد عالم ایسا نہ تھا جس کا رشتہ تلمذ بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت شاہ عبدالعزیز (قدس اللہ سرہ العزیز) کے دامن فیض سے وابستہ نہ ہو۔

۲۔ عسکری تنظیم کے سلسلہ میں سید صاحب کی زیر قیادت تقریباً آٹھ سو مجاہدین حریت کی فوج تیار ہو چکی تھی جس کے ہر ایک رضا کار کے رجحانات و جذبات ولی اللہی اصول کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ اور وہ سیاسی و سماجی انقلاب کی زندہ تصویر بن چکا تھا۔

۳۔ قافلہ کے پے در پے دوروں نے لاکھوں انسانوں کے دلوں میں جذبہ انقلاب کی وہ حرارت پیدا کر دی تھی کہ جس کو ۱۸۵۷ء کے قیامت خیز ہنگاموں کا خونین سیلاب بھی سرد نہ کر سکا۔

۴۔ اس کی پاک باز زندگی اور مخلصانہ خدمات نے لوگوں میں وہ گرویدگی پیدا کر دی تھی کہ جنازہ کی نماز جو ایک مرتبہ پڑھی جاتی ہے اس شہنشاہ علم و عمل کے جنازہ پر پچپن مرتبہ پڑھی گئی۔☆۲۵

۵۔ اقتصادی سلسلہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ معیار معیشت مساویانہ ہو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اس اصول کے یہاں تک پابند تھے کہ ساری

☆۲۵ مقالات طریقت صفحہ ۴۰ و کمالات عزیزی وغیرہ۔

عمر گاڑھے اور دھوتر کے کپڑے پہنے اور مرنے کے وقت وصیت کر دی کہ ان کا کفن بھی اسی کپڑے کا ہو جو وہ اپنی زندگی میں پہنا کرتے تھے☆۲۶

۶۔ آپ نے تاکید فرما دی تھی کہ آپ کی وفات کی خبر بادشاہ کو نہ دی جائے کیونکہ آپ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ آپ کے جنازہ میں شرکت کرے☆۲۷ یہ وصیت اور یہ تاکید اس وجہ سے نہیں تھی کہ بادشاہ کی ذات سے آپ کو نفرت تھی☆۲۸ واقعہ ہے کہ بادشاہ آپ کا احترام کیا کرتا تھا۔ اور آپ بھی بادشاہ کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے بلکہ اس وصیت کا اصل سبب وہ تنفر تھا جو خدا پرست مومن کو ملوکیت اور ملوکانہ شان و شوکت سے ہونا چاہیے اور جو ہمہ گیر انقلاب کا ایک جزو تھا۔

جانشین اور تقسیم کار۔ مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں اس گروپ کے سربراہ کار اور انچارج کی حیثیت سے خدمت انجام دے رہے تھے جو تعلیم و تربیت اور مرکزی تنظیم کا ذمہ وار تھا۔ حضرت شاہ صاحب بھی آپ پر وہی اعتماد کرتے تھے جو صحیح جانشین پر کیا جاتا ہے☆۲۹

لہٰذا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی وفات کے بعد حضرت شاہ اسحٰق صاحب ہی

☆۲۶ مقالات طریقت صفحہ ۴۰

☆۲۷ کمالات عزیزی و حیات ولی ۳۴۴

☆۲۸ نجف علی خان اگرچہ آپ کا مخالف تھا مگر اس کے بعد نجیب الدولہ کے دور میں حالت بدل چکی تھی خود نجیب خان اور اسی طرح دوسرے امراء کی حالت یہ تھی کہ کہیں آپ کو دیکھ لیتے تھے تو اپنی سواری سے اتر کر قدمبوس ہوتے ایک مرتبہ بادشاہ سے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ملاقات ہو گئی تو بادشاہ نے آپ سے آگے تشریف لے چلنے کی درخواست کی(ملفوظات)

☆۲۹ مولانا عبید اللہ صاحب فرماتے ہیں مولانا محمد اسحاق صاحب کو ہر معاملہ میں اپنے ساتھ شریک رکھ کر شاہ عبدالعزیز صاحب نے لوگوں کو سمجھایا کہ ان کا حکم میرا حکم ہے۔ ۱۵۳ شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک

جانشین قرار دیئے گئے۔

دوسرا گروپ جس کو فوجی خدمات اور امور خارجہ سپرد تھے وہ بدستور حضرت سید احمد صاحب شہید کی زیر قیادت اپنے فرائض سرانجام دیتا رہا بلکہ اپنے قائد اعظم کی وفات کے بعد پہلے سے زیادہ چست ہو گیا۔

☆۳۰ مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کا ارشاد ہے جب ۱۲۳۹ھ میں امام عبدالعزیز فوت ہوئے تو آپ نے اپنا مدرسہ مولانا محمد اسحاق کے سپرد کر دیا جو حزب ولی اللہ کی امامت کا عرفی دستور تھا۔ سید احمد صاحب شہید کا قافلہ حج سے واپس آیا تو انہوں نے امام عبدالعزیز کے بعد اس امامت کو تسلیم کرلیا اس زمانہ میں اگر بیعت کا اجلاس مدرسہ میں ہوتا تو مولانا محمد اسحٰق صدارت کرتے اور سید احمد شہید حلقے میں بیٹھتے اور جب مدرسہ سے باہر مجلس منعقد ہوتی تو سید احمد شہید صدر ہوتے اور مولانا محمد اسحٰق حلقہ میں شریک ہوتے اس لئے حزب ولی اللہ کی اساسی مصلحت کی حفاظت اور رجال و اموال جمع کرنے کے لئے دعاۃ کا سلسلہ امام عبدالعزیز کے مدرسہ سے متعلق رہا اور عسکری و سیاسی سرداری سید احمد شہید کی جماعت سے وابستہ رہی شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک ۱۵۶ بحوالہ ارواح ثلاثہ)

ملنے کا پتہ
عزیز پبلی کیشنز
۵۶ میکلوڈ روڈ لاہور

www.rahimia.org

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

کی مطبوعات

☆ ہماری دعوت

☆ جدوجہد اور نوجوان — شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

☆ استعماری مظالم اور ملی تقاضے — شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

☆ فکر ولی اللہی کا تاریخی تسلسل — مولانا عبید اللہ سندھیؒ

☆ قرآنی حزبِ انقلاب — مولانا عبید اللہ سندھیؒ

☆ قرآنی اقدامِ انقلاب — مولانا عبید اللہ سندھیؒ

☆ قرآنی اصولِ معاشیات — مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ

☆ اسلام کے اقتصادی نظام کا تقابلی جائزہ — مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ

☆ ولی اللہی تحریک

نصب العین، پروگرام، مراکز، جماعت اور مشکلات راہ — مولانا سید محمد میاںؒ

☆ امام شاہ عبدالعزیزؒ (افکار و خدمات) — مولانا سید محمد میاںؒ

☆ شعوری تقاضے — مولانا شوکت اللہ شاہ انصاری

☆ اجتماعی مسائل کا ولی اللہی حل — محمد مقبول عالم بی اے

☆ دین کے معاشی نظام میں محنت کی قدر و اہمیت — مفتی عبدالخالق آزاد

ملنے کا پتہ: عزیز پبلی کیشنز ۵۶ میکلوڈ روڈ لاہور

www.rahimia.org